اقبال اور نوجوان

مشتاق الرحمن صدیقی

علامہ اقبالؒ کے فارسی اور اُردو کلیات اور ان کی نثری تحریروں میں ایسا مواد کثرت سے ملتا ہے جس میں علامہ کی مخاطب ملت اسلامیہ کی نوجوان نسل ہے۔ اقبال کے پیش نظر جس طرح کا نوجوان مطلوب تھا اس کا اندازہ ان اشعار سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے بظاہر جاویدؔ[1] کے لئے کہے لیکن فی الحقیقت وہ پوری نوجوان نسل کے لئے تھے۔

اقبال نے نوجوانوں سے متعلق اپنا فلسفہ واضح طور پر جاوید نامہ میں بیان کیا ہے۔ جاوید نامہ علامہ کا سب سے بہتر مجموعہ کلام ہے۔ میں ان تمام مباحث کو جو جاوید نامہ میں بیان ہوئے ہیں چھوڑتا ہوں اور صرف آخری نظم جس کا عنوان ہے "خطاب بہ جاوید سخنے بہ نثراد نو" کو لیتا ہوں۔ اس نظم میں اقبال نے جو تصورات پیش کئے ہیں وہ دراصل ملت کے ہر نوجوان کو پیش نظر رکھنے چاہئیں۔ کیونکہ ان کے بغیر انسانی زندگی مکمل نہیں ہوتی۔ اس نظم کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

اے پسر، ذوق نگاہ از من بگیر
سوختن در لاالہ از من بگیر
لاالہ گوئی ! بگو از روئے جان
تاز اندام تو آید بوئے جان

۱۔ علامہ مرحوم کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال۔

ایں دو حرف لا الہ گفتار نیست
لا الہ جز تیغ بے زنہار نیست
زیستن باسوز او قہاری است
لا الہ ضرب است وضرب کاری است

اقبال نے ان اشعار میں نوجوانوں کو لا الہ کا انقلابی مفہوم سمجھانے کے لئے اس بات پر زور دیا ہے کہ لا الہ دل وجان سے کہو۔ کیونکہ جو شخص لا الہ دل وجان سے کہے گا وہ اللہ کے سوا کسی کی حاکمیت تسلیم نہیں کرے گا۔ اقبال کے نزدیک لا الہ وہ تلوار ہے جس سے غیر اللہ کی خدائی کے خلاف جنگ چھیڑی جاتی ہے۔

آگے چل کر نئی نسل کے نوجوانوں پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں وہ تڑپ، لگن یقین، روشن دماغی اور بلند نگاہی نہیں رہی جو ایک نوجوان میں ہونی چاہئے۔

نوجوانان تشنہ لب خالی ایاغ
شستہ رو، تاریک جان، روشن دماغ
کم نگاہ و بے یقین و نا امید
چشم شان اندر جہان چیزے ندید
مکتب از مقصود خویش آگاہ نیست
تا بجذب اندرونش راہ نیست

اور پھر نوجوانوں کے لئے چند اہم نکات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

صد کتاب آموزی از اہل ہنر
خوشتر آن درسے کہ گیری از نظر
کم خور و کم خواب و کم گفتار باش
گرد خود گردندہ چون پرکار باش

شیوہ اخلاص را محکم بگیر
پاک شو از خوف سلطان و امیر

اقبال نوجوانوں کو عملی زندگی کے واضح اصول بتاتے ہوئے تلقین کرتے ہیں کہ چاہے خوشی کی حالت ہو یا ناخوشی کی، عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اسی طرح فقر کی صورت ہو یا غنا کی، اعتدال کا دامن تھامے رکھو۔ وہ فرماتے ہیں۔

عدل در قہر و رضا از کف مدہ
قصد در فقر و غنا از کف مدہ

اور پھر نصیحت کرتے ہیں کہ سوائے اپنے قلب کے کسی اور قندیل سے روشنی تلاش نہ کرو اور جوانی میں جان و تن کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ضبط نفس کو اپنا شعار بناؤ۔ نیکی و شرافت کی راہ پر گامزن رہو۔ اللہ تعالےٰ سے دل لگاؤ اور غیر اللہ کا خوف دل سے نکال دو اور پھر فرماتے ہیں کہ دین کے معاملے میں اپنے آپ کو پختہ تر رکھو حق پر کاربند رہو اور دین کے معاملے میں شک وشبہہ میں نہ پڑو۔ اور پھر دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے قلب و جگر بخشے اور تو کسی انسان کامل کی پیروی میں وقت گذارے

در رہ دین سخت چوں الماس زی
دل بحق بر بند و بے وسواس زی
اے ترا بخشد خدا قلب و جگر
طاعت مرد مسلمانے نگر

نوجوانوں میں ادب و احترام کے فقدان کو علامہ نے بری طرح محسوس کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ پھول کی عزت و آبرو اس کے رنگ اور بو سے ہے۔ چنانچہ بے ادب آدمی ایسا ہی ہے جیسے کوئی پھول رنگ و بو کے بغیر ہو۔ علامہ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی نوجوان کو

بے ادب دیکھتا ہوں تو مجھے میرا دن بھی رات کی طرح سیاہ معلوم ہوتا ہے۔

آبروئے گل ز رنگ و بوئے اوست
بے ادب بے رنگ و بو، بے آبرو است
نوجوانے را چو بینم بے ادب
روز من تاریک می گردد چو شب

نوجوانوں کو فقر کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر خدا تمہیں کوئی بڑا منصب دے دے تو بھی کسی صورت میں فقر کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو اور دنیا میں سوائے عشق اور جذب و شوق اور کیف و مستی کے کسی اور سامان کی جستجو نہ کرو۔ اگر کچھ مانگنا ہے تو خدا سے مانگو کسی صاحب اقتدار کے سامنے دست سوال دراز نہ کرو۔

گرچہ باشی از خداوندان دہ
فقر را از کف مدہ، از کف مدہ
در جہان جز درد دل سامان مخواہ
نعمت از حق خواہ و از سلطان مخواہ

مادیت پر طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ سالہا سال اس دنیا میں گھومے ان کے تجربات و مشاہدات کی رو سے مادہ پرست میں روحانیت اور خدا ترسی کا ہمیشہ فقدان ہوتا ہے۔

سال ہا اندر جہان گردیدہ ام
نم بچشم منعمان کم دیدہ ام

پھر جاوید کو تاکید کرتے ہیں کہ اگر تمہیں کسی مرد خبیر کی صحبت میسر نہیں تو جو میرے پاس ہے اسے ہی حاصل کر لے۔ اس کے ساتھ ہی پیر رومی کو اپنا رہنما بنا لے تاکہ خدا تجھ کو سوز و گداز بخشے۔ نظم "خطاب بہ جاوید" کا آخری شعر ملاحظہ فرمائیں۔

کیسی جذباتی کیفیت میں علامہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اسلام پر چلنے کی تلقین کی ہے فرماتے ہیں۔

سر دین مصطفےٰ گویم ترا
ہم بقبر اندر دعا گویم ترا

یہ پوری نظم از اول تا آخر پڑھنے کے قابل ہے۔ یہ نظم دراصل پوری نوجوان نسل کے لئے ایک چارٹر کی حیثیت رکھتی ہے اور خصوصیت سے آج کل کے نوجوانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ آج کے دور میں الحاد وکفر کی فضا نے نام نہاد تہذیب و کلچر نے ذرائع ابلاغ نے نیشلزم، سرمایہ داری، سوشلزم اور کمیونزم جیسے نظریات نے فاشی تحریکوں اور لادینی تعلیمی نظام نے جس طرح ہماری نوجوان نسل کو شک اور بے یقینی میں مبتلا کر دیا ہے اس میں اقبال کی نظم "خطاب بہ جاوید" ایک نسخہ کیمیا ہے، اس کے مطالعہ سے شکوک وشبہات کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور انسان محسوس کرتا ہے کہ فی الحقیقت مسلمان دنیا کی ایک عظیم قوت ہیں، ان کی اپنی تہذیب ہے، اپنی معاشرت ہے، اپنا تمدن ہے، اپنی معیشت ہے، اپنی سیاست ہے۔ علامہ کے نزدیک قرآن کی تعلیمات نوجوانوں کے لئے بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ ۱۹۳۱ء میں مسلم کانفرنس دہلی کی طرف سے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

"سن رسیدہ نسل نے نوجوانوں کو اپنی جانشینی کے لئے تیار کرنے کا کام جیسے چاہئے تھا ہرگز نہیں کیا۔ لہٰذا میں نوجوانوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھیں اور اگر ان کو زندہ رہنا ہے تو وہ ان قربانیوں کے لئے تیار رہیں جو ہمیشہ سے زیادہ ان کو آئندہ دینی ہوں گی۔"(۲)

۲۔ محمد رفیق افضل، گفتار اقبال "ادارہ تصنیفات پاکستان" دانش گاہ پنجاب لاہور، ص، ۱۳۶۔

اسی طرح مسٹر محمود نعمان آرگنائزر سیکرٹری آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے اکتوبر ۱۹۳۷ء میں جب علامہ اقبال سے کلکتہ کانفرنس کی صدارت قبول کرنے کی درخواست کی تو اس کے جواب میں علامہ نے درج ذیل مکتوب ارسال کیا (خط انگریزی میں تھا اس کا اُردو ترجمہ انقلاب ۹ر اکتوبر ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا)۔

"ڈیئر مسٹر نعمان! السلام علیکم، میں بہت خوشی سے کلکتہ کی آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس کانفرنس کی صدارت کی دعوت قبول کر لیتا لیکن بدقسمتی سے طویل علالت نے مجھے اس امر کے ناقابل کر دیا ہے کہ میں ملک کی تازہ تحریکات میں کوئی سرگرم حصہ لے سکوں، تین سال کی مسلسل علالت نے مجھے بالکل بے دست و پا کر دیا ہے۔ میری نظر کمزور ہو رہی ہے اور ڈاکٹروں نے مجھے پڑھنے لکھنے کی ممانعت کر رکھی ہے۔ بہرکیف میں آپ کے اس نیک اقدام کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہوں اور مجھے امید ہے کہ مسلمانوں کی نوجوان نسل اس نازک سیاسی دور کی اہمیت کو سمجھے گی جس سے آج کل مسلمانانِ ہند گذر رہے ہیں۔ (خط کے آخر میں انہوں نے لکھا) .... مخالف قوتوں سے ہرگز نہ ڈرو ان کے خلاف جدوجہد جاری رکھو، کیونکہ جدوجہد ہی میں زندگی کا راز مضمر ہے"[۳]

علامہ اپنے کلام اور مکتوبات میں اکثر جگہ اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے قرآن حکیم کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ اقبال کے نزدیک قرآن مجید کا مطالعہ ایک مسلم نوجوان کے لئے کتنا ضروری ہے اس سلسلے میں ایک واقعہ کا ذکر بہت ضروری ہے۔ میاں رشید احمد نائیک (میانہ پورہ شہر سیالکوٹ) اپنے والد اور بھائیوں کے ہمراہ علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس ملاقات کی روئیداد ۳ر فروری ۱۹۳۸ء کو انقلاب میں شائع ہوئی۔ روداد طویل ہے یہاں صرف آخری حصہ پیش کیا جاتا ہے۔ جناب ممدوح (علامہ مرحوم) نے بکمال محبت و شفقت اپنے قریب بلایا۔ خود بھی اٹھ کر چارپائی پر بیٹھ گئے اپنے

۳۔ ایضاً .... صفحات ۲۱۰، ۲۱۱۔

خلوص بھرے انداز میں ہم سب سے مصافحہ فرمایا اور اپنے ارد گرد کرسیوں پر بٹھایا اور رقت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ "اے بچو! تم کب آئے۔ جب موتیا اتر آنے کی وجہ سے میں تم کو اچھی طرح دیکھ بھی نہیں سکتا۔ آؤ بیٹھو......... والد محترم نے ہماری ترجمانی کرتے ہوئے خدمت عالیہ میں گذارش کی کہ عالیجاہ! یہ ننھے ننھے طالب علم مدت سے آپ کو دیکھنے کے مشتاق تھے۔ اپنے پند و نصائح سے ان کو مستفیض فرمائیے اور ان کے لئے دعائے خیر و برکت فرمائیے۔ اس پر جناب علامہ نے دھیمی لیکن رقت آمیز اور پرسوز آواز میں ہم سب بھائیوں کو مخاطب فرمایا۔

"دیکھو تم ہی کو اب یہاں رہنا ہے ہم تو مسافر ہیں۔ یاد رکھو مسلمانوں کے لئے جائے پناہ صرف قرآن کریم ہے۔ زمانے کے ساتھ ضرور چلنا چاہیئے۔ لیکن اپنے دامن کو اس کے بداثرات سے آلودہ نہ ہونے دو۔ میں اس گھر کو صد ہزار تحسین کے قابل سمجھتا ہوں جس گھر سے علی الصبح تلاوت قرآن مجید کی آواز آئے۔ کلام مجید کا صرف مطالعہ ہی نہ کیا کرو بلکہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرو اس دوران آپ پر ایک رقت طاری تھی اور آواز بوجہ ضعف اور زیادہ دھیمی ہو گئی۔ آپ نے پانی کا گھونٹ کئی مرتبہ پی کر پھر فرمایا کہ تم ابھی بچے ہو، سمجھ نہ سکو گے کہ قرآن مجید کیونکر مسلمانوں کی جائے پناہ ہے، اس کے سمجھنے کے لئے وقت درکار ہے۔ خدا کرے تم ننھے ننھے جذبات کو خودی اور اولوالعزمی میں تبدیل کر سکو۔ دین و دنیا میں ترقی کرو۔ نماز و تلاوت قرآن شریف کو اپنا شعار بنا لو"[۴]

علامہ اقبال قرآن کی تعلیم کو کتنی اہمیت دیتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے خود اپنے بیٹے کے لئے قرآن حکیم کی تعلیم کا بندوبست

۴۔ "گفتار اقبال" مرتبہ محمد رفیق افضل، صفحات ۲۱۳، ۲۱۴۔

کیا ہوا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک خط (۱۲ر فروری ۱۹۳۶ء) میں یوں کیا ہے :

'جاوید اس وقت اسکول میں ہیں۔ آپ کا سلام ان تک پہنچا دوں گا۔ رات کو قرآن پڑھا کرتے ہیں'(۵)

علامہ نے "خطاب بہ جاوید" میں نوجوانوں کو یہ تلقین کی کہ وہ اپنی قومی خودی اپنے اسلامی تشخص اور مسلم قومیت کے شعور کو زندہ رکھیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے نوجوانوں کو تلقین کی کہ انہیں کھانے، پینے، سونے اور گفتگو میں اعتدال سے کام لینا چاہیئے۔ اس سلسلے میں علامہ کی ایک تقریر کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ ۶ر نومبر ۱۹۳۱ء کو اقبال لٹریری ایسوسی ایشن کی طرف سے علامہ کے اعزاز میں ایک دعوت کا انتظام کیا گیا تھا۔ علامہ نے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے آخر میں فرمایا۔

"میں مکرر آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور خوش ہوں کہ اگرچہ میرے ساتھ کوئی فوج نہیں ہے، تاہم رفقار کی ایک کثیر جماعت میرے سامنے ہے۔ آپ اپنی تعداد کو بڑھائیے میں آپ کو وہی نصیحت کرتا ہوں جو میں نے اپنے فرزند جاوید اقبال کو کی ہے یعنی"(۶)

کم خورو کم خواب، کم گفتار باش
گرد خود گردندہ، چوں پرکار باش

بچوں کے لئے نیک صحبت، حسن معاشرت تعمیر کردار اور اخلاقی تربیت پر

۵۔ شیخ عطا اللہ اقبال نامہ۔ مجموعہ مکاتیب اقبال حصہ اول، شیخ محمد اشرف کشمیری بازار لاہور، ۱۹۵۱ء صفحہ ۳۰۴۔

۶۔ گفتار اقبال، مرتبہ محمد رفیق افضل، صفحہ ۲۵۱۔

اقبال زور دیتے ہیں۔ چنانچہ اکبر الہ آبادی کے نام ایک خط (۹ نومبر ۱۹۱۱ء) میں اور باتوں کے علاوہ لکھتے ہیں :

"ہاشم طال عمرہ کو میری طرف سے بہت پیار کیجئے۔ میری روح کو اس نام سے ایک خاص تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کی عمر دراز کرے اور دین و دنیا میں اسے بامراد کرے اسکول کی خواندگی میں اس کا وقت ضرور ضائع ہوتا ہوگا۔ مگر باوجود اس کے کس قدر خوش نصیب لڑکا ہے کہ پیران مشرق سے فیض کی نظر لے رہا ہے۔ یہی نظر "صبغۃ اللہ" ہے۔ واحسن فی صبغۃ اللہ اب کوئی دن جاتا ہے کہ پیران مشرق دنیا میں نہ رہیں گے اور آئندہ زمانہ کے مسلمان بچے نہایت بدنصیب ہوں گے۔ میاں ہاشم! اب وقت ہے اس کی قدر کرنا اور جو کچھ پیر مشرق سے لے سکتے ہو لے لینا۔ یہ وقت پھر نہیں آئے گا۔ اس تربیت کے فیض سے زندگی بھر تمہاری روح لذت اٹھائے گی"۷

اساتذہ کو طلبہ کی تربیت کن خطوط پر کرنی چاہئے اس کا اندازہ اس خط سے لگایا جا سکتا ہے جو علامہ نے ۲۸ نومبر ۱۹۱۸ء کو اکبر الہ آبادی کے نام لکھا۔

"مخدومی! السلام علیکم۔ نوازش نامہ مل گیا اور اس سے پیشتر بھی ایک خط ملا تھا جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی جس کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ آج کل بہت مصروفیت ہے۔ اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر فلسفہ ڈاکٹر ہیگ چیچک کی بیماری کی وجہ سے دفعتہً انتقال کر گئے اور انجمن حمایت اسلام لاہور کے اصرار پر دو ماہ کے لئے کالج کے ایم اے کی جماعت مجھ کو لینی پڑتی ہے۔ امید ہے دو ماہ تک نیا پروفیسر مل جائے گا۔ یہ لڑکے شام کو ہر روز میرے مکان پر آ جاتے ہیں۔ دن میں جو تھوڑی بہت

۷۔ شیخ عطاء اللہ اقبالنامہ مجموعہ مکاتیب اقبال۔ حصہ دوم، شیخ محمد اشرف کشمیری بازار لاہور ۱۹۵۱، صفحہ ۳۹۔

فرصت ملتی ہے اس میں ان کے لیکچر کے لئے کتب دیکھتا ہوں۔ لیکچر کیا ہیں۔ انسان کی ذہنی مایوسیوں اور ناکامیوں کا افسانہ ہے جسے عرف عام میں تاریخ فلسفہ کہتے ہیں۔ ابھی کل شام ہی میں ان کو آپ کا یہ شعر سنا رہا تھا۔

میں طاقت ذہن غیر محدود جانتا تھا تجرنہیں تھی ۔ کہ ہوش مجھ کو ملا ہے تل کر نظر بھی مجھ کو ملی ہے نپ کے

بہرحال ان لیکچروں کے بہانے سے ان لڑکوں کے کان میں کوئی نہ کوئی مذہبی نقطہ نظر ڈالنے کا موقع مل جاتا ہے۔"(۸)

علامہ کو مسجد قرطبہ اور اس مقدس عمارت کے انوار سے بے پناہ محبت تھی اس کا اندازہ آپ اس خط سے کیجئے جو انہوں نے جاوید اقبال کو لکھا (یہ وہی مسجد ہے جس کے بارے میں علامہ نے نہایت ہی بلند پایہ نظم لکھی ہے) انہوں نے جاوید کے نام دو تصویری کارڈ بھیجے جس پر مسجد قرطبہ کے عکس چھپے تھے۔ کارڈ پر درج ذیل عبارت لکھی۔

"میں خدا کا شکر گذار ہوں کہ میں اس مسجد کے دیکھنے کے لئے زندہ رہا۔ یہ مسجد تمام دنیا کی مساجد سے بہتر ہے خدا کرے تم جوان ہو کر اس عمارت کے انوار سے اپنی آنکھیں روشن کرو۔"(۹)

علامہ بچوں کے لئے اخلاقی اور دینی تعلیم کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ آپ نے ۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو خواجہ غلام السیدین کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"دو بچوں کے لئے استانی کی ضرورت ہے جس پر میں ان کی اخلاقی اور دینی تربیت کے لئے اعتبار کر سکوں۔ (استانی) دینی اور اخلاقی تعلیم دے سکتی ہو۔ یعنی قرآن اور اردو پڑھا

۸۔ ایضاً

۹۔ محمد رفیق افضل، گفتار اقبال، ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب لاہور، ص ۱۶۵

سکتی ہو۔ عربی اور فارسی بھی جانے تو اور بھی بہتر ہے۔ غرضیکہ آپ خود ماہر تعلیم ہیں اور میرے موجودہ حالات سے بھی باخبر۔[۱۰]"

ضرب کلیم میں بھی ایسے اشعار کثرت سے ملتے ہیں، جن میں نوجوانوں کے لئے پیغام ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں :

غارت گر دین ہے یہ زمانہ
ہے اس کی نہاد کافرانہ
دربار شہنشہی سے خوشتر
مردان خدا کا آستانہ
لیکن یہ دور ساحری ہے
انداز ہیں سب کے جادوانہ
خالی ان سے ہوا دبستان
تھی جن کی نگاہ تازیانہ
جس گھر کا مگر چراغ ہے تو
ہے اس کا مذاق عارفانہ
جو تجھ میں ہو لا الہ تو کیا خوف
تعلیم ہو گو فرنگیانہ
شاخ گل پر چہک و لیکن
کر اپنی خودی میں آشیانہ

اے جان پدر نہیں ہے ممکن
شاہین سے تدرو کی غلامی

۱۰۔ اقبال نامہ، مجموعہ مکاتیب اقبال، حصہ اول مرتبہ شیخ عطاء اللہ۔

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شان بے نیازی
مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری

علامہ نے نوجوانوں کو ہمیشہ سعی و عمل کی ترغیب دی، اور کاہلی، عزلت گزینی اور تقدیر کے آگے سر جھکا دینے سے روکا۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان خدا سے دوسری تقدیر طلب کر سکتا ہے، اور اس طرح جو کچھ مقدر ہو چکا ہے، اسے بدل سکتا ہے۔ اسی مفہوم کو اس شعر میں واضح کیا ہے:

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی

نوجوان نسل کے لئے اقبال کا یہ مصرع تو بہترین پیغام ہے کہ:

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز

نوجوانوں کے لئے علامہ کی یہی خواہش رہی کہ ان میں وہ لگن، تڑپ اور عشق پیدا ہو جس سے ان کی خودی بیدار ہو۔ ان میں وہ جذبہ پروان چڑھے جس کی مدد سے وہ پوری دنیا میں اپنا انفرادی ملی تشخص برقرار رکھ سکیں، اور وہ ایک متحرک شخصیت بن کر ابھر سکیں"۔[۱۱]

علامہ کی مشہور رباعی ملاحظہ فرمائیں۔۔

۱۱۔ محمد عثمان اقبال کا فلسفۂ خودی، بنیادی تصورات مکتبہ جدید لاہور (طبع جدید) ۱۹۷۱ء ۱۶۹۔

جوانوں کو مری آہ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کر دے

"بال جبریل" کی ایک نظم کا عنوان ہے "ایک نوجوان کے نام" اس کے یہ اشعار خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراج مسلمانی
نہ ہو نومید، نومیدی زوال علم و عرفان ہے
امید مرد مومن ہے خدا کے راز دانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

ارمغان حجاز میں یہ شعر ملاحظہ ہو، جس میں بڈھا بلوچ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے:

دین ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلمان کا خسارہ

اقبال اسی طرح ایسی تعلیم کے بھی خلاف تھے، جو نوجوانوں کو لادینیت کی طرف مائل کرے، کہتے ہیں:

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

مکتب کے جدید نظام تعلیم پر طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اقبال! یہاں نام نہ لے علم خودی کا
موزوں نہیں مکتب کے لئے ایسے مقالات
بہتر ہے کہ بیچارے ممولے کی نظر سے
پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات
محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی
موسیقی و صورت گری و علم نباتات

اور پھر نوجوانوں سے مخاطب ہوکر جدید تعلیم کے اثرات پر شکوہ سنج ہوتے ہیں۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

آہ مکتب کا جوان گرم خوں
ساحر افرنگ کا صید زبوں

اقبال کا نوجوان مطلوب دراصل ایک ایسی شخصیت تھی جو آداب فرزندی سے واقف ہو۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

اور جس کی خودی فولاد کی طرح سخت ہو۔

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد

اقبال یہ چاہتے تھے کہ ہمارے نوجوان علم حاصل کریں لیکن علم ایسا ہو جو بنی نوع انسان سے محبت کرنا سکھائے ۔ زیردستوں اور غریبوں کی حمایت پر مائل کرے ، برائیوں سے بچائے اور نیکی کے راستے پر گامزن کرے ۔ بانگ درا کی مشہور نظم "بچے کی دعا" میں یہ اشعار قابل مطالعہ ہیں

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا
میرے اللہ ! برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اس رہ پہ چلانا مجھ کو

اقبال اپنی تہذیب و ثقافت کے بارے میں واضح تصورات رکھتے ہیں ۔ وہ اسلامی روایات اقدار کو افضل سمجھتے ہیں ۔ ان کے نزدیک نوجوانوں کی ترقی کا راز یہی ہے کہ وہ اپنی تہذیب کی طرف رجوع کریں اور ایسی ثقافت جو اسلام کے منافی ہو اس سے قطعی طور پہ دور رہیں ۔ انہوں نے مسلمان نوجوانوں کو تہذیب نو کی غلامی کا شکار ہونے سے بچانے کے لئے انہیں یہ شعور دلایا کہ

زخاک خویش طلب آتشے کہ پیدا نیست
تجلی دگرے درخور تقاضا نیست

یعنی ایسی آگ جس کی تمہیں تلاش ہے ، وہ اپنی ہی مٹی سے پیدا کر ۔ دوسروں کی روشنی ہمارے مسائل کا حل نہیں ۔ غالباً اقبال کی فکر ان اشعار سے اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے جن میں وہ نئی نسل کی تعلیم کو تنقیدی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ جو ملی ثقافت و معاشرت اور اسلامی تاریخ کو بری طرح

مسخ کر رہی تھی ۔

بر زبانت گفتگو ہا مستعار
در دل تو آرزو ہا مستعار
بادہ می گیری بجام از دیگراں
جام ہم گیری بدام از دیگراں
آفتاب، ہستی یک دو خود نگر
از نجوم دیگراں تابے مخر
تا کجا طرفے چراغ محفلے
آتش خود سوز اگر داری دلے

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ تم اپنی تہذیب اپنے تمدن ، اپنی معاشرت ، اپنی تاریخ اور اپنے دستور حیات سے استفادہ کرنے کے بجائے دوسروں کے دست نگر بنے ہوئے ہو۔ تمہیں چاہئیے کہ تم اپنے ملی اور قومی وجود کو نہ صرف خود پہچانو بلکہ دوسروں سے بھی منواؤ تمہارے مسائل کا حل دین اسلام میں ہے ، دوسروں کی تہذیبوں میں ان کا حل نہ ڈھونڈو ۔

بال جبریل میں اسی مضمون کو ایک اور طرح سے ادا کیا ہے ان کی رائے میں مغربی تعلیم جو اسلامی فکر سے عاری ہے ، اس نے تہذیب نو کے دلدادہ نوجوان کو اس انداز پر تیار کیا ہے کہ وہ اپنے تہذیبی ورثہ کو تو بھولا ہی تھا نام نہاد نئی تہذیب میں بھی اپنے لئے کوئی مقام پیدا نہیں کر سکا ۔ فرماتے ہیں ۔

یہ بتان عصر حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں
نہ ادائے کافرانہ ! نہ تراش آزرانہ

اقبال نوجوانوں کے لئے ایسی تعلیم کے خواہاں ہیں جوان میں اہل نظر کی صفات پیدا کرکے ان میں روشن ضمیری کو پروان چڑھائے ۔

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوزِ جگر ہے ، علم ہے سوزِ دماغ
علم میں دولت بھی ہے ، قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
اہلِ دانش عام ہیں ، کمیاب ہیں اہلِ نظر
کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ
شیخ مکتب کے طریقوں سے کشادِ دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

اقبال نوجوانوں کی تن آسانی کے خلاف تھے۔ بالِ جبریل کی ایک نظم میں وہ کہتے ہیں کہ آج کا نوجوان ظاہری عیش و عشرت میں پڑ گیا ہے اور عملی جدوجہد سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ نتیجتاً وہ عظیم مقصد جس کی تکمیل اسے کرنی تھی : ادھورا رہ گیا۔

ترے صوفے ہیں افرنگی ترے قالین ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

علامہ نے مسلمان طالب علم کے لئے اپنے مخصوص پیغام کو اس طرح قالبِ شعر میں ڈھالا ہے۔

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش
دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے تیرا
زندگی موت ہے کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش
اس جنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا
جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش
فیضِ فطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا

جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفاش
مدرسے نے تیری آنکھوں سے چھپایا جن کو
خلوت کوہ و بیاباں میں وہ اسرار ہیں فاش

اقبال جہد مسلسل، تحقیق و جستجو علم و عمل اور عزم و حوصلہ کو نوجوانوں کے لئے لازمۂ حیات سمجھتے ہیں۔

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

اور پھر "ساقی نامہ" میں جوانوں کے لئے یوں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر
جوانوں کو سوز جگر بخش دے
میرا عشق میری نظر بخش دے

طالب علموں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تم معلومات کے حامل تو ہو گئے ہو لیکن اجتہاد کی صلاحیتوں سے محروم ہو۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

آخر میں "بال جبریل" کی دو نظموں کا ذکر ضروری ہے دونوں کا عنوان ایک ہی ہے یعنی "جاوید کے نام" پہلی نظم میں وہ کہتے ہیں کہ عصر جاوداں کا سراغ دراصل خودی کی پختگی میں مل سکتا ہے اور امتوں کے چراغ خودی کے جذب و عشق سے ہی روشن ہوتے ہیں۔ وہ نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ انہیں نیک اور پارسا لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے اور پھر آخر میں وہ دعا کرتے ہیں کہ یہ زمانہ اخلاقی لحاظ سے انحطاط

پذیر ہے۔ اللہ نوجوان نسل کو نیکی کی راہ پر گامزن رہنے کی توفیق دے اور برائیوں سے بچائے

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ
حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

دوسری نظم میں وہ نوجوانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ مادہ پرستانہ ذہنیت کو ترک کر کے اپنے دین کے ساتھ لگاؤ پیدا کرو، اپنے اندر چشم بینا پیدا کرو۔ پھر فرماتے ہیں کہ فرنگی تہذیب اختیار نہ کرو بلکہ اپنی تہذیب کو اپناؤ کیونکہ یہ تمام تہذیبوں سے افضل ہے اس کے ساتھ ہی اپنے میں جوش عمل پیدا کرو۔ فقر و استغنا اور قناعت کو اپنا شعار بناؤ اور دولت و جاہ کی ہوس سے اپنے آپ کو دور رکھو...... اس نظم کا ہر شعر وسیع مفہوم کا حامل ہے اور نوجوانوں کے لئے سرمہ بصیرت ہے۔

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
خدا اگر دل فطرت شناس دے تجھ کو
سکوت لالہ و گل سے کلام پیدا کر
اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احسان
سفال ہند سے مینا و جام پیدا کر
میں شاخ تاک ہوں میری غزل ہے میرا ثمر
مرے ثمر سے مے لالہ فام پیدا کر
مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر